ہامان کا نام - ایک قرآنی معجزہ

اور خان محمد علی

ترجمہ: مسعود الرحمٰن خاں ندوی

مستشرقین برسوں سے قرآن عظیم کے خلاف ایک شبہ کو دہراتے ہیں اور اس کو بہت قوی شبہ سمجھتے ہیں۔ ان کا خیال ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں فرعون کے ایک مقرب کارندہ ہامان کا قرآن شریف میں ذکر تاریخی غلطی ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ توراۃ میں فرعون کے ساتھ حضرت موسی علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے قصہ ہامان کا نام ملتا ہے نہ کسی قدیم یونانی مؤرخ کے ہاں اس کا ذکر ہے نہ مصر کی قدیم تاریخ کی قدیم تاریخی نص (عبارت) میں اس کا نام آتا ہے، اس کا نام صرف توراۃ کے ایک سفر (جزء) ''اُستیر'' میں آیا ہے جہاں پر یہ ذکر ہے کہ بابل کے بادشاہ اُحشو بروش کا ایک وزیر تھا جس کا نام ہامان تھا، یہ وزیر یہود سے (جو قید کے بعد بابل میں موجود تھے) دشمنی رکھتا تھا اور اس نے ان پر بڑا ظلم کیا تھا، آخر کار بادشاہ کی ایک یہودی حسینہ سے شادی کے بعد وہ اپنی قوم کے انتقام کے لیے وزیر کے خلاف بادشاہ کو اُکساتی رہی یہاں تک کہ اس کے قتل میں کامیاب ہوئی [1] اور اس طرح یہود اس وزیر کے ظلم اور اپنی رسوا کن حالت سے نجات حاصل کر سکے۔ اس روایت کے مطابق ہامان مصر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کے فرعون کے وقت نہیں، بلکہ ان کے تقریباً ایک ہزار برس بعد بابل میں پایا جاتا تھا۔ حاصل کلام یہ ہے کہ ہامان کے بارہ میں قرآن کا بیان بڑی تاریخی غلطی ہے۔

یہ شبہ آخری برسوں میں بار بار دُہرایا گیا ہے چنانچہ عبدالجلیل شلبی (سابق جنرل سکریٹری مجمع البحوث الاسلامیۃ) نے اپنی کتاب ''مفتریات المبشرین علی

الاسلام" میں بیان کیا ہے کہ ان کو دو خط ملے جن میں سے پہلے خط کے ساتھ المجلس الملی الارثوذ کسی کا خطاب تھا جس پر تیموثاوس (الأسقف العام ورئیس المجلس والنائب العام البابوی) کے دستخط تھے، اس میں اس کے گمان کے مطابق قرآن میں غلطیاں مذکور تھیں، ان غلطیوں میں ہامان کے بارہ میں شبہ کا بھی ذکر تھا[۲]۔ انٹرنیٹ کے متعدد عیسائی مشنری سائٹس میں اس شبہ کا تاکید کے ساتھ بیان ہوتا ہے۔ مصری وزارت اوقاف کے تابع المجلس الأعلی للشئون الاسلامیة کی علماء پر مشتمل ایک کمیٹی کی ۲۰۰۲ء میں تیار کردہ کتاب "حقائق الاسلام فی مواجهة شبهات المشككين" میں مصر میں عیسائی مبلغین کی طرف سے اٹھائے ہوئے شکوک وشبہات کا جواب دیا گیا ہے، اس کے شروع میں بین یدی العمل کے عنوان سے ڈاکٹر علی جمعہ (مفتی مصر) نے لکھا: گذشتہ دس برس میں اور خاص طور سے نئے عالمی نظام یا عوطہ کے سایہ میں اسلام کے خلاف شدید حملہ شروع ہوا ہے ... جس میں انٹرنیٹ یا نامعلوم مصادر کی طرف سے شائع شدہ کتابوں میں اسلام کے خلاف شبہات پیدا کرنے کی عادت بنالی گئی ہے ... ان میں سے ایک کتاب کا نام هل القرآن معصوم؟ ہے اور دوسری کتاب کا نام الباكورة الشهية فی الروايات الدينية ہے[۳]۔ مذکورہ بالا حقائق الاسلام فی مواجهة شبهات المشككين میں بار بار دُہرائے ہوئے عام متداول ۱۴۷ شبہات کا جواب دیا گیا ہے، ان میں سے ایک شبہ ہامان سے متعلق بھی ہے، مطلب یہ ہے کہ مذکورہ بالا دو عیسائی مطبوعات اور دیگر مطبوعات میں ہامان کے بارہ میں قرآن کے بیان پر شبہ پیدا کیا جارہا ہے۔

ڈاکٹر عبدالجلیل شلبی نے مفتريات المبشرين علی الاسلام میں اس کے جواب میں کہا ہے کہ اس بات میں کوئی منطقی مانع نہیں ہے کہ ہامان نام کا ایک شخص حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں موجود ہو، اور اسی نام کا دوسرا شخص بابل کے بادشاہ اخشویروش کے زمانہ میں بھی پایا جاتا ہو۔ پھر انھوں نے اُستیر نامی لڑکی اور بادشاہ اور اس کے وزیر ہامان کے قصہ کو خیالی اور بے اصل داستان بتاتے ہوئے اس کے جھوٹ ہونے

کی دلیلیں بیان کیں۔ انھوں نے کہا: یہ قصہ توراۃ کے علاوہ کہیں اور مذکور نہیں ہے۔ نیز بابل سے اولین واپس آنے والے دونبیوں عزرا اور نحمیا جنھوں نے بابلی قیدیوں کا قصہ بیان کیا تھا، انھوں نے استیر کا ذکر کیا نہ اس کے نام سے منسوب توراۃ کے ایک سفر (جزء) میں مذکور کسی اور چیز کا بیان کیا۔ اسی طرح یونانی مؤرخ ہیرودیت (جو اکزسیس کا معاصر تھا) نے بھی استیر اور اس سے متعلق واقعات کی طرف اشارہ نہیں کیا۔ اس لیے اگر ناموں میں کسی قسم کا اختلاط والتباس اور جھوٹ ہے تو وہ توراۃ میں واقع ہوا ہے، اس لیے کہ ہامان قدیم عیلامی معبود ہے اور مردخامی؟ کلدانی معبود ہے، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ استیر کا نام عشقار کی تحریف شدہ شکل ہو، اس سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ یہ قصہ بابلی داستان سے ماخوذ ہے ...رہا بابل والے ہامان کا معاملہ تو وہ خیالی شخصیت ہے۔ ہوسکتا ہے کہ عبرانیوں کے مصر میں قیام کے دوران انھوں نے دیگر ناموں کی طرح اس نام کی بھی نقل کی ہو، اس کی ایک مثال موسیٰ ہیجو دراصل موش جیسے اُح موس (اُحمس) اور تحوت موس (تحمس)، پھر اس کا نطق تبدیل ہوا، اور عبرانیوں نے اس کو شین سے بولنا شروع کیا۵۔

اور **المجلس الأعلى للشئون الاسلامية** کی تیار کردہ کتاب **حقائق الاسلام فی مواجهة شبهات المشككين** کے مختصر جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ ہامان کسی شخص کا نام نہیں بلکہ فرعون کے نائب کا لقب ہو جیسے کہ خود فرعون کسی شخص کا نام نہیں بلکہ مصر کے حکمراں یا بادشاہ کا لقب تھا۶۔

لیکن اس موضوع کی سب سے بہتر شرح فرنچ نومسلم عالم موریس بوکائی (MAURICE BUCAILLE) نے اپنی کتاب موسی و فرعون (MOISE ET PHARAON) میں اس وقت کی جب انھوں نے توراۃ میں وارد حضرت یوسف اور حضرت موسی علیہا السلام کے قصہ کا مقارنہ قرآن شریف میں مذکور قصہ سے کیا، بہت باریک بینی سے علمی ومعروضی بحث کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے کہ ہمارے پاس دستیاب علمی معلومات قرآن شریف میں مذکور تفصیلات کی تائید کرتی ہیں اور توراۃ میں وارد معلومات کے خلاف ہیں۔ بہر حال ہم حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ کو چھوڑ کر اپنے موضوع کی

طرف لوٹتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ موریس بکائی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہامان کے بارے میں کیا لکھا؟ ان کا کہنا ہے:

کتاب مقدس میں ان موضوعات سے متعلق معلومات الٰہی وحی نہیں بلکہ اشخاص کی تحریریں ہیں، اس لیے کہ اس میں موجود تناقضات کی تفسیر اس کے علاوہ کسی اور شکل سے نہیں ہوسکتی۔ عہد قدیم میں مذکور تاریخی موضوعات سے متعلق تمام معلومات انسان کو بڑی مشکلات سے دوچار کرتی ہیں جن کو حل کرنا غیر ممکن ہے۔ ہم کو عیسائی معہد کی تعلیم میں بتایا گیا تھا کہ عہد قدیم میں وارد تمام باتیں اللہ کا کلام ہیں، لیکن خوش قسمتی سے ویٹیکن مجلس نے ۱۹۶۲-۱۹۶۵ء میں زیادہ نرم و لچک دار اسلوب اختیار کیا، جو صحیح قدیم تھا۔

میں نے اپنی آخری بحث میں دستیاب قطعی معلومات کا مقارنہ عہد قدیم میں وارد تفصیلات سے کیا تھا، دوسری فصل میں یہی مقارنہ قرآن (شریف) میں مذکور معلومات سے کیا۔ میں فصل میں واضح کرچکا ہوں کہ عہد قدیم میں وارد معلومات علمِ جدید کے خلاف ہیں۔ اب سوال یہ ہوتا ہے کہ کیا قرآن (کریم) میں مذکور امور یا نکات جدید علم کے خلاف ہیں؟ ہرگز نہیں! اس میں کوئی معمولی سا بھی تناقض نہیں ہے، اس لیے کہ قرآن (مجید) علمِ جدید کے بالکل موافق معلومات فراہم کرتا ہے۔

سترہویں صدی عیسوی تک یہ خیال عام تھا کہ توراۃ کے پانچوں اسفار (اجزاء) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے لکھے گئے۔ (یہ معلوم رہے کہ اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات بھی درج تھی۔ مجھے نہیں معلوم کہ اس نبی کے لیے یہ کیسے ممکن ہوا کہ وہ اپنی وفات کے مراسم خود درج کرلے! کیا سمجھ میں آنے والی بات ہے؟) اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے توراۃ کو لکھنے کی بات کو نہ ماننا دین سے کفر شمار ہوتا تھا۔ لیکن ۱۷۵۳ء میں ایک اسکالر کے اعتراضات پیش کرنے کے بعد تنقید میں اضافہ ضرور ہوا یہاں تک کہ آخر میں کہا گیا: ''اگر کتاب مقدس کا مقارنہ علم جدید کے حقائق سے کیا جائے تو اس کے ساتھ شدید تناقضات ظاہر ہوں گے، یا پھر یہ کہ

اس کے ساتھ جھوٹے اتفاق کی بنیاد ڈالنے کا طریقہ اختیار کیا جائے گا۔

پھر موریس بکائی نے ہامان کے موضوع پر جو اظہارِ خیال کیا اس کا خلاصہ یہ ہے:
قرآن (شریف) میں ہامان کا ذکر معماروں اور مستریوں کے سردار کی حیثیت سے آیا ہے، لیکن کتاب مقدس فرعون کے عہد میں ہامان سے متعلق کسی چیز کا ذکر نہیں کرتی۔ میں نے ہامان کا لفظ (مصر کی قدیم زبان) ہیروغلوفی (HIEROGLOPHIC) میں لکھا، اور اس کو قدیم مصر کی تاریخ کے ایک ماہر کے سامنے پیش کیا، تاکہ اس پر کوئی چیز اثر انداز نہ ہو میں نے اس کو یہ نہیں بتایا کہ یہ لفظ قرآن میں وارد ہوا ہے، بلکہ یہ کہا کہ یہ ساتویں صدی کی ایک قدیم عربی دستاویز میں آیا ہے، ماہر عالم نے کہا: ''ساتویں صدی عیسوی کی کسی عربی دستاویز میں اس لفظ کا ورود محال ہے، اس لیے اس وقت تک ہیروغلوفی زبان کی تحریر کے رموز حل نہیں ہوئے تھے''۔ مزید تحقیق کے لیے اس نے ALLEM AND RANK کی DICTIONNAIRE DES NOMS DE PERSONN DU NOUVEL EMPIRE (یعنی نئی امپائر میں اشخاص کے ناموں کی قاموس) کے مطالعہ کا مشورہ دیا۔ وہاں پر ہامان کا نام مجھ کو ہیروغلوفی اور جرمن زبانوں میں لکھا ہوا ملا، جس کے معنی ''پتھر کے کان کنوں کا سردار'' دیے ہوئے تھے، یہ نام یا لقب اس سردار کا ہوتا تھا جو بڑے تعمیری کام کراتا تھا۔ میں اس صفحہ کو نقل کر کے اس ماہر عالم کے پاس لے گیا جس نے مجھے اس قاموس کے مطالعہ کی صلاح دی تھی، پھر جرمن ترجمہ قرآن (مجید) کھول کر اس کو اس میں ہامان کا نام دکھایا تو وہ حیرانی کے مارے خاموش ہو گیا۔ اگر فرعون والے ہامان کا ذکر قرآن (کریم) سے پہلے کسی کتاب یا کتاب مقدس میں آیا ہوتا تو ہم پر اعتراض کرنے والے حق پر ہوتے، لیکن یہ نام نزولِ قرآن (شریف) سے پہلے کسی نص (عبارت) میں نہیں آیا، بلکہ صرف قدیم مصر کے تاریخی پتھروں پر ہیروغلوفی خط میں وارد ہوا تھا، اس لیے اس نام کا قرآن عظیم میں اس حیرت انگیز شکل میں وارد ہونے کی اس کے علاوہ کوئی اور تفسیر نہیں ہو سکتی کہ وہ معجزہ ہے، اس کے علاوہ اس کا کوئی اور دیگر

سبب ہے نہ کوئی اور تعلیل۔ جی ہاں! بے شک قرآن (کریم) سب سے بڑا معجزہ ہے!۲؎

اب ہم اس موضوع سے متعلق بعض دیگر معلومات وتفصیلات کا ذکر کریں گے:

ہم نے کہا تھا کہ کوئی مؤرخ یا کتاب یا نص ایسی نہیں ہے جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں فرعون کے مقرّب ہامان نامی شخص کا ذکر ہو، نہ کوئی مصر کی قدیم تاریخ کے بارہ میں زیادہ جانتا تھا، اس لیے کہ علماء ہیروغلوفی میں لکھی ہوئی مصری تحریریں پڑھنے سے عاجز تھے، اور مصر میں عیسائیت کے پھیلنے کے بعد ہیروغلوفی زبان بتدریج بکھرتے بکھرتے آخر بالکل مٹ گئی۔ اس زبان میں لکھی ہوئی آخری نص (تحریر) ۳۹۴ء کی ہے۔ پھر نہ کوئی اس زبان کو بولنے والا رہا نہ پڑھنے والا، اور یہ حالت ۱۸۲۲ء تک برقرار رہی جب کہ فرنچ عالم فراجیان فرانسوا شابلیون حجر رشید (ROSETTA STONE) پر لکھی ہوئی اس زبان کے رموز (حروف) کو حل کرنے میں کامیاب ہوا۔ اس پتھر کا انکشاف مصر پر فرنچ حملہ کے دوران ایک فرنچ افسر نے ۱۷۹۹ء میں بحیرۃ ضلع کے رشید گاؤں میں کیا تھا۔ اس کی تحریر کی تاریخ ۱۹۶ قبل میلاد تھی۔ اس پر تین زبانوں: ہیروغلوفی، دیموطیقی (مصر کی قدیم عامی زبان) اور اغریقی (یونانی) میں لکھی ہوئی عبارت میں فرعون اور اس کے کارناموں کی تعریف درج تھی۔ ان تین زبانوں کی موجودگی سے فرنچ عالم کو ہیروغلوفی زبان کے رموز حل کرنے میں مدد ملی، اس نے اس نص (عبارت) میں اغریقی نص اور دیگر ہیروغلوفی نصوص سے مشابہت قائم کی یہاں تک کہ ۱۸۲۲ء میں ہیروغلوفی رموز (حروف) کو حل کرنے میں کامیاب ہوا، اس لیے کہ یونانی نص چوّن (۵۴) سطروں کی تھی اور اس کا پڑھنا آسان تھا۔ اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ مصر میں اغریقی بطالسہ کے دورِ حکومت کے دوران یہ تینوں زبانیں رائج تھیں: ہیروغلوفی مقدس دینی زبان کی حیثیت سے عبادت گاہوں میں متداول تھی، دیموطیقی عوامی تحریر کی زبان تھی اور اغریقی (قدیم یونانی) اغریق حکمرانوں کی زبان تھی۔

ہیروغلوفی تحریر کے رموز کے حل کے بعد قدیم مصری تاریخ کے بارے میں ہماری معلومات میں بڑا اضافہ ہوا، قدیم مصری تاریخ سے متعلق متعدد دیگر تاریخی پتھروں پر

موجود تحریروں سے یہ معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کے مصری فرعون کا ایک مقرّب شخص تھا، اس کا نام ہامان تھا اور وہ تعمیرات کا ذمہ دار تھا۔

برطانوی سامراج اس پتھر (حجر رشید) کو اپنے ساتھ لے گئے اور اس کو لندن میوزیم میں رکھا[۸]۔ قدیم مصری پتھروں میں سے ایک پتھر AUSTRIA کی راجدھانی VIENNA کے ہوف میوزیم (HOF MUSEUM) میں بھی موجود ہے[۹]۔

حواشی و مراجع

۱۔ توراۃ، جز، استیر (۱-۱۰)، اس فصل کو جو بھی پڑھے گا اس کو یہود کے دشمنوں سے انتقام کے لیے توراۃ کی دعوت کی وحشیت پر تعجب ہوگا، اس میں دشمنوں اور کسی بھی قوم اور خطّہ کے تابع مسلح طاقت کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے اور ان کے بچوں اور عورتوں کو ذبح کرنے کی دعوت ہے۔

۲۔ عبدالجلیل شلبی، مفتریات المبشرین علی الاسلام، ص ۲۶-۲۷

۳۔ حقائق الاسلام فی مواجهة شبهات المشككين، ص ۹

۴۔ ردخامی، اُستیر کے قصبہ کی ایک یہودی شخصیت جس نے اس داستان کے مطابق بادشاہ کو نوجوان حسینہ استیر پیش کی تھی۔

۵۔ عبدالجلیل شلبی، مفتریات المبشرین علی الاسلام، ص ۱۵۸-۱۵۹

۶۔ حقائق الاسلام فی مواجهة شبهات المشككين، ص ۱۵۸-۱۵۹

۷۔ المعجزات الجديدة للقرآن، ترکی رسالہ ظفر، شمارہ ۲۳۲، ص ۳-۹۔ اس میں مترجم جمال آیدن نے موریس بکائی کی کتاب ''موسیٰ وفرعون'' کی تلخیص پیش کی ہے۔

۸۔ احمد محمد عوف، عبقرية الحضارة المصرية القديمة

۹۔ WALTER WRESZINSKI, AEGYPTISCCHE INSCHRIFTEN UUS DEM K.K.HOF MUSEUM IN WIEN, 1906, J C HINRICHS SCHE BUCHHANDLUNG.

ہارون یحییٰ (ترکی) المعجزات القرآنیۃ، 'ARASTIRMA YAYINCILIK'، ص ۷۱-۷۳

(ماہنامہ التربیۃ الاسلامیۃ، بغداد، ۳۷/۶، جون ۲۰۰۸ء، ص ۳۵-۴۰)

☆☆☆